© rasailojaraid.com

قرآن مجید کے ہندی تراجم

مولانا محمد فاروق خاں

قرآن مجید کے ہندی ترجمے کی کوشش کوئی نئی کوشش نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ۸۸۳ء میں مہروک بن رائک ایک حکمراں ہوا ہے۔ اس کے حدودِ سلطنت میں کشمیر سے لے کر پنجاب اور راجستھان تک کے علاقے شامل تھے۔ یہ وہ دور ہے جب سندھ پر مسلمانوں کا قبضہ تھا راجہ کی خواہش پر سندھ کے حاکم عبداللہ بن عمر نے ایک ایسے عالم کو بھیجا جو ہندوستان کی زبانوں سے واقف تھا۔ وہ راجہ کے یہاں تین سال تک رہا۔ راجہ کی فرمائش پر اس نے قرآن کا ترجمہ کرنا شروع کیا اور سورہ یٰس تک ترجمہ مکمل کر لیا۔ اس کا ذکر چوتھی صدی ہجری کے مشہور و معروف سیّاح ابن شہریار نے اپنے سفرنامے میں کیا ہے۔[1]

قرآن مجید کا ایک ہندی ترجمہ مغل بادشاہ اورنگ زیب کی بیٹی زیب النساء کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ یہ ترجمہ مکمل ہے۔ اس ترجمے کی بعض خصوصیات کا ذکر ہم آگے کریں گے۔ اس ترجمے کو دیکھنے کا شرف مجھے خود حاصل ہوا ہے۔[2] مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادی نے غالباً اسی ترجمہ کا ذکر مولانا سید محمد علی سے فرمایا تھا۔ مولانا سید محمد علی نے لکھا ہے کہ ایک روز عصر کے وقت مجھے بلاکر ارشاد فرمایا:-

> "مولوی عبدالقادر صاحب کے ترجمے سے دو سو برس بیشتر بھاکا (ہندی) میں نہایت عمدہ ترجمہ قرآن شریف کا ہوا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے۔"[3]

مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ (متوفی ۱۸۹۶ء) نے بھی قرآن کی کچھ سورتوں اور کچھ حصوں کا ترجمہ ہندی میں کیا تھا جو پہلے گلشنِ ابراہیمی پریس لکھنؤ سے شائع ہوا تھا اور بے حد پسند کیا گیا۔ دارالاشاعت کاندھلہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ضلع مظفر نگر) نے قریبی زمانے میں اس ترجمہ کو دوبارہ شائع کیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ میرے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔

خواجہ حسن نظامی کا قرآن پاک کا کرایا ہوا ہندی ترجمہ بھی مشہور و معروف ہے۔ یہ ترجمہ مولانا غلام محمد صاحب (سابق پنڈت کیشو رام شرما) اور کئی دوسرے ہندو اور مسلم ماہرین ہندی کی مدد سے تیار ہوا تھا۔ یہ ترجمہ دو جلدوں میں شائع ہوا تھا۔ پہلی جلد ۱۹۲۸ء میں اور دوسری ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی۔

قرآن مجید کا ایک ہندی ترجمہ مولانا احمد بشیر فرنگی محلی اور غلام محمد قریشی نے بھی کیا تھا۔ جو بغیر متن کے شائع ہوا تھا۔ دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ ۱۹۲۷ء کے بعد شائع ہوا ہے۔

شیخ محمد یوسف قادیان (ضلع گورداس) نے بھی قرآن مجید کا ایک ہندی ترجمہ کیا تھا۔ غالباً اس کی اشاعت ۱۹۱۹ء اور ۱۹۳۰ء کے درمیان ہوئی تھی۔ پادری ڈاکٹر احمد شاہ مسیحی نے القرآن کے نام سے قرآن کا ہندی ترجمہ ۱۹۱۵ء میں راجپورہ ضلع دہرہ دون سے شائع کیا تھا۔ یہ ترجمہ بغیر متن کے چھپا تھا۔ اس کے تین ایڈیشن نکلے پہلا ایڈیشن پرتاپ پریس کان پور سے شائع ہوا تھا۔ آخری ایڈیشن ۱۹۳۵ء میں نکلا۔ یہ ترجمہ عربی سے براہ راست کیا گیا ہے۔ ترجمہ کے ساتھ مختصر حواشی اور بائبل کے حوالہ جات بھی دئے گئے ہیں تقابلی مطالعہ کے لیے یہ حواشی بڑے ہی کارآمد ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ اس ترجمہ کو ہنری مارٹن انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جبل پور نے پھر شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

بلہور ضلع کان پور کے قاضی عابد علی صاحب (متوفی ۱۹۶۱ء) نے قرآن کا آسان ہندی زبان میں ایک ترجمہ کیا تھا جو قسط وار ماہنامہ اسلام کانپور میں شائع ہوتا رہا۔ اس کے پندرہ ۱۵ پارے چھپے تھے۔

۱۹۵۵ء میں جماعت اسلامی ہند نے قرآن کے پہلے پارے کا ہندی ترجمہ شائع کیا تھا۔ جو پوتر قرآن کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اصل ترجمہ اردو زبان میں مولانا صدر الدین اصلاحی نے کیا تھا۔ اسے ہندی میں منتقل کرنے کا فریضہ تین اشخاص نے انجام دیا۔ جس میں ایک غیر مسلم پنڈت کیلاش ناتھ برہیت بھی شامل تھے۔

حافظ امام الدین رام نگری نے قرآن کے آخری پارے کا ہندی ترجمہ ۱۹۵۸ء میں شائع کیا تھا۔ اس کے دو ایڈیشن نکلے۔ ایک متن کے ساتھ اور دوسرا متن کے بغیر۔

قرآن کا ایک ترجمہ ہندی میں نند کمار اوستھی نے لکھنؤ سے شائع کیا۔ انھوں نے قرآن کے متن کو بھی ہندی رسم الخط میں منتقل کرکے ترجمہ کے ساتھ رکھا۔ کچھ حواشی بھی لکھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہندی زبان کے مشہور و معروف شاعر و ادیب بھارتیندو ہرش چندر (भारतेन्दु हरिश्चन्द्र) (متوفی ۱۸۸۵ء) نے بھی قرآن کا ہندی ترجمہ کرنا شروع کیا تھا۔ یہ ترجمہ رسالہ ہرش چندر چندرکا ۱۸۸۲ء کے جلد ۵، شمارہ ۱، ۲ سے شائع ہونا شروع ہوا تھا۔ افسوس کہ یہ سلسلہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

راقم الحروف کو بھی خدا کے فضل سے قرآن کا ہندی ترجمہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ ترجمہ مُدیر الحسنات، رام پور کی نگرانی میں کیا گیا تھا۔ اس ترجمہ کے سلسلہ میں مجھے بعض ہدایات کی پابندی کرنی پڑی۔ مثلاً اصطلاحی الفاظ کو ترجمہ میں جوں کا توں رکھا جائے۔ یعنی اللہ، آخرت، رسول، زکوٰۃ کے قسم کے الفاظ کا ترجمہ نہ کیا جائے، بلکہ یہی الفاظ ترجمہ میں استعمال کیے جائیں۔ البتہ کتاب کے آخر میں ان الفاظ کی تشریح کر دی گئی ہے۔ یہ ترجمہ حواشی کے ساتھ پہلی بار جنوری ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا تھا اور اب تک اس کے نو ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

اوپر قرآن مجید کے جن ہندی تراجم کا ذکر میں نے کیا ہے ان میں سے چند کو چھوڑ کر سبھی تراجم میری نظر سے گزرے ہیں۔ یہ تراجم اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب رہے ہیں اس پر اظہار خیال کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فنِ ترجمہ اور ترجمہ کی دشواریوں اور بالخصوص قرآن کے ترجمہ کی مشکلات پر مختصراً کچھ عرض کر دوں۔

کسی کتاب کا بہترین ترجمہ وہی ہے جس میں نہ صرف یہ کہ اصل کتاب کا مضمون کسی کمی یا تبدیلی کے بغیر منتقل ہو بلکہ اس کے ساتھ اصل کتاب کی تاثیر بھی منتقل کی جا سکی ہو۔

کلام بنیادی طور پر دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس کا مقصد صرف کچھ باتیں یا معلومات پڑھنے یا سننے والوں تک پہنچا دینا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ہی اس کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ سامعین یا قارئین کی روح کو بھی بیدار کیا جائے۔ ان کے اندر سوئے ہوئے جذبات کو جگایا جائے، انھیں ان کیفیات کی شیرینی یا تلخی سے آشنا کیا جائے جن سے بالعموم لوگ ناآشنا نظر آتے ہیں، اس سے آگے بڑھ کر اس کے پیش نظر کسی قوم یا پوری انسانیت کے اندر انقلاب برپا کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ اس طرح کے مقاصد کے حصول کے لیے ظاہر ہے کہ سپاٹ اور سادہ بیان کافی نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے جس قسم کا کلام درکار ہوتا ہے اسے کلام موثر کہہ سکتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کلام کی دوسری قسم وہ ہے جس کا مقصد صرف آپ کے لیے کچھ معلومات فراہم کرنی ہوتی ہے۔ جیسے جغرافیہ یا فزکس کی کتاب میں آپ دیکھتے ہیں۔ اس طرح کی کتابوں کا انداز بیان کلام موثر سے بالکل مختلف ہوگا اور ہونا بھی چاہیے۔ جغرافیہ کی کتاب میں شاعری یا خطبے کا انداز اختیار کرنا نہایت غلط اور مضحکہ خیز بات ہوگی۔

قرآن مجید کے بارے میں اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اس کا کلام کلام موثر ہے۔ وہ کوئی سپاٹ اور سادی سی کتاب نہیں ہے۔ اس کے کلام میں جو وقار، زور، بہاؤ، شیرینی، نغمگی ادب اور صوتی جمال پایا جاتا ہے وہ اپنی جگہ بے مثل ہے۔

ترجمہ بھی ایک تخلیقی کام ہے۔ ترجمہ اور تخلیق میں فرق کرنا صحیح نہیں۔ کامیاب ترجمہ وہی ہے جسے پڑھ کر محسوس نہ ہو کہ وہ ترجمہ ہے۔ نیز ہر زبان کا اپنا ایک مزاج اور لہجہ ہوتا ہے۔ ترجمہ میں اس کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ مثال کے طور پر IT IS GOING TO BE کا ترجمہ "یہ ہونے جا رہا ہے" ترجمہ کی زبان کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا۔ صحیح ترجمہ یہ ہوگا: "یہ ہونے والا ہے"۔

ترجمہ میں ترجمہ کرنے والے کے جذبِ اندرون کی شمولیت ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر اس کام میں اصلیت وصداقت کا وصف پیدا نہیں ہو سکتا۔ ترجمہ محض نقل نہیں ہے۔ ترجمہ میں اصل کے سارے ہی امکانات کو کم وبیش سمیٹنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ یہ فریضہ کیونکر ادا ہو؟ اس کے لیے ضروری ہے کہ ترجمہ کرتے وقت اصل کا مفہوم ومدعا ہی نہیں بلکہ اس کی تیزی وتیکھاپن، اس کی نرمی ولطافت، اور اس کی دلکشی وجاذبیت وغیرہ بھی پیش نظر ہو۔ اس میں جو زور، نرمی، دلکشی وسادگی پائی جاتی ہو اسے بھی ترجمے میں اتارنے کی کوشش کی جائے۔ ترجمہ کا کام صرف ڈکشنری سے نہیں چل سکتا۔ ممکن ہے ڈکشنری میں کسی لفظ کے دئے ہوئے معنی سے کچھ اور وسیع مفہوم میں اس کا استعمال کیا گیا ہو۔ مثلاً کسی نے لکھا ہے: یہ آئین چھوٹی بڑی قوموں کے EQUILIBRIUM پر قائم ہے۔ مصنف نے یہاں ایک خاص لفظ استعمال کیا ہے۔ لفظ کا انتخاب بے معنی نہیں ہے۔ لغت میں اس کے معنی دیے ہیں STATE OF BEING PERFECTLY BALANCED لیکن صاف ظاہر ہے کہ توازن اور غیر جانبداری (NEUTRALITY) کے ساتھ اس میں کوئی اور بات بھی شامل ہے۔ اب اگر ترجمہ میں یہی توازن یا غیر جانبدارانہ حالت وغیرہ رکھ دیا جائے تو مصنف کا منشا ظاہر نہ ہو سکے گا اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جگہ اگر آپ 'ہم آہنگی' یا 'جذب باہم' رکھتے ہیں تب کہیں مصنف کے اصل مدعا کا اظہار ہو سکے گا۔

بعض اوقات اصل عبارت یا لفظ کے کئی معانی نکل رہے ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں سوچنا ہوگا کہ کیا اس میں کئی معنی پیدا کرنا مصنف کا منشاء ہے؟ یعنی کیا اُسے ایک رنگ میں کئی ہلکے ہلکے رنگوں کی آمیزش مطلوب ہے؟ یا اس کے ذہن میں محض ایک ہی مفہوم ہے لیکن اُس نے لفظ یا جملہ ایسا لکھ دیا ہے کہ جس سے کئی معنی کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے۔ ترجمہ میں پیروی مصنف کے منشاء ہی کی کرنی ہوگی۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ لفظ اپنے اصل معنی سے دور ہو کر ثانوی معنی میں استعمال ہونے لگتا ہے۔ اب اگر کوئی اصل معنیٰ ہی کو ترجمہ میں رکھتا ہے تو یہ غلط ہوگا کسی تقریر یا تحریر کا اصل مقصد خیالات کا ابلاغ ہے لیکن اگر محض الفاظ کو دوسری زبان میں منتقل کر دیتے سے مفہوم پوری طرح ادا نہیں ہوتا یا اس قوت اور اثر کے ساتھ منتقل نہیں ہوتا جس قوت اور اثر کے ساتھ اصل تحریر یا تقریر میں اس مفہوم و خیال کا اظہار ہوا ہے تو ایسی حالت میں الفاظ، ان کی تقدیم و تاخیر اور جملوں کی ساخت وغیرہ میں تبدیلی لاکر یہ مقصد پورا کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس کے بغیر ترجمہ کا اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے اصل عبارت میں جملے کی کوئی ساخت فصیح ہو لیکن ترجمہ کی زبان میں اسے اختیار کرنے سے فصاحت ختم ہو جاتی ہو۔ ایسی صورت میں اس سے پرہیز ضروری ہے۔

ترجمہ کے وقت اصل عبارت کے علاوہ اس کے بین السطور (BETWEEN THE LINES) کو بھی پڑھنا چاہئے اور بین السطور (جو مفہوم ان الفاظ کے درمیان پوشیدہ ہوتا ہے، الفاظ میں ظاہر نہیں کیا گیا ہوتا) کی مدد سے اصل عبارت کا ترجمہ کرنا چاہیے۔ ترجمہ میں جہاں تک ممکن ہو مصنف کا رنگ اور اس کا طرز اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے اصل مصنف کے رنگ کو ترک کر کے اگر مترجم اپنا رنگ اختیار کرتا ہے تو ترجمے میں مصنف کے بجائے مترجم چھا جائے گا اور یہ ایک بہت بڑا عیب و نقص قرار پائے گا۔ ترجمے تین قسم کے ممکن ہیں، ایک لفظی ترجمہ، دوسرا آزاد ترجمہ جس میں اصل مصنف کے صرف خیالات کی پیروی الفاظ سے بے نیاز ہو کر کی جاتی ہے۔ اور تیسرا ان دونوں کے درمیان یہی تیسری قسم سب سے بہتر ہے۔ اسے تخلیقی (CREATIVE) ترجمہ کہہ سکتے ہیں۔ خیال اور مفہوم اپنے باریک سے باریک پیچ و خم کے ساتھ ادا ہو، ترجمہ کا کمال یہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔اس کے لیے مترجم کو اصل مصنف کی شخصیت میں اپنے کو گم کرنا پڑتا ہے۔ترجمہ کرنے والا یہ ملحوظ رکھے کہ فلاں بات یا عبارت کو اگر ترجمہ کی زبان میں لکھنا ہوتا تو مصنف کس طرح لکھتا بس اسی کی پیروی کرنی چاہئے اس جہت سے اگر ترجمہ کامیاب ہے تو اسے کامیاب کہا جائے گا۔اس کی ایک مثال یہ دی جاتی ہے۔انگریزی کا ایک فقرہ ہے:۔

I AM THE GOD WHO WAS BORN OF THE MIND OF THE CREATOR

اس کا کامیاب ترجمہ یہ ہے: "میں وہ دیوتا ہوں جو کرتار کے من میں پیدا ہوا"۔

MIND کا ترجمہ ذہن، دماغ، دل بھی کیا جا سکتا تھا لیکن مَن ہی اس کا صحیح اور بہتر ترجمہ ہو سکتا تھا۔اہلِ ذوق اس بات کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔اسی طرح CREATOR کا ترجمہ کرتار ہی موزوں تھا مفہوم اور اثر کے لحاظ سے بھی اور صوتی اعتبار سے بھی۔

شاعری کے ترجمے کے بارے میں یہ بات مشہور و معروف ہے کہ اس بات کا ترجمہ کرنا نہایت مشکل کام ہے شاعری کے ترجمے میں سب سے پہلے یہ سوال سامنے آتا ہے کہ اسے پابند نظم میں منتقل کیا جائے یا اُسے آزاد نظم کے قالب میں ڈھالا جائے۔اس کے لیے دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے بحروں کے انتخاب کا مسئلہ کم اہم نہیں ہے۔مختلف بحور کی مختلف تاثیر ہوتی ہے جس سے انکار ممکن نہیں شاعری کے ترجمے میں یہ بھی سوچنا پڑتا ہے کہ اس کے ترجمے میں اصل متن سے وفاداری یعنی اس کی پیروی کس حد تک ضروری ہے۔ترجمے میں تازگی نیز تخلیقی اثر باقی رکھنے کے لیے اصل متن کی پیروی بس ایک حد تک ضروری ہے۔ورنہ یہ ترجمہ کوئی تخلیقی کارنامہ ثابت نہیں ہو سکتا اور نہ اس میں اصل کی تاثیر ہی باقی رہ سکتی ہے۔کسی نظم کا ترجمہ دراصل قوت اور تخیئلی صلاحیت صرف کرکے اسے از سر نو جنم دینا ہوتا ہے۔

قرآن مجید جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کوئی سپاٹ کلام نہیں ہے۔کسی عظیم شاعری سے کہیں بڑھ کر اس کے اندر زور و اثر اور نغمگی اور صوتی جمال پایا جاتا ہے۔لیکن بالعموم قرآن کے جو ترجمے ہوئے ہیں ان میں ان خصوصیات میں سے کوئی خصوصیت نہیں ملتی۔ترجمے اکثر لفظی کیے گئے ہیں جس کی وجہ سے ترجمہ کی عبارت پھیکی ہو کر رہ گئی ہے۔معاملہ چونکہ کلام الٰہی کا تھا اس لیے مترجمین ترجمے میں کسی آزادی کے روادار نہیں ہوئے۔نتیجہ یہ ہوا کہ ہندی یا اردو زبان میں جس حد تک زور و اثر لانا ممکن بھی تھا اس سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہاں تک اسٹائل، اسلوب اور ادبی محاسن کا تعلق ہے اس سلسلے میں قرآن کا ترجمہ کرتے وقت یہ خیال رکھنا ضروری تھا کہ قرآن کے ترجمے کی زبان عام زبان سے ممتاز ہو۔ خود قرآن کی زبان اپنے زمانۂ نزول کی عربی سے ممتاز اور مختلف ہے۔ قرآن نثر اور نظم دونوں کی خصوصیات کا حامل ہے۔ نثر مقفیٰ میں ہم جانتے ہیں کہ اگر نثر کی ترتیب (PROSE ORDER) نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ عبارت کا حُسن اور اس کی دلکشی اس بے ترتیبی کو محسوس نہیں ہونے دیتی۔ لیکن ترجمہ اگر سادہ ہے تو پھر نثر میں بے ترتیبی اور انتشار ناگوار ثابت ہوگا۔

اس کے علاوہ ہم اشارہ کر چکے ہیں مصنف کا رنگ وانداز اور اظہار جذبات کلام کی جان ہے اس کا لحاظ ضروری ہے۔ مثال کے طور پر کسی شاہانہ کلام کو اگر سوقیانہ (بازاری) زبان میں منتقل کر دیا جائے تو یہ اس کا خون کرنا ہوگا۔

قرآن کے ہندی تراجم میں ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کے شایانِ شان ایک خاص اسلوب اور زباں طے کر کے اُس اہتمام کے ساتھ قرآن کا ترجمہ کرنے کی کوشش نہیں کی گئی جو اہتمام ہمیں بائیبل کے ترجموں میں نظر آتا ہے۔ بائیبل کے ترجمے کا ایک خاص اسلوب اور اس کی ایک خاص زبان ہے۔ بائیبل پیپر کی طرح اُس کی زبان واسلوب بھی دنیا میں معروف ومشہور ہے۔

پھر ہندوستان کے غیر مسلموں (خاص طور سے ہندو بھائیوں) کی رعایت سے ضروری تھا کہ حتی الامکان ان کی اصطلاحات اور ان کے مزاج وتہذیب کا بھی ترجمے میں لحاظ رکھا جاتا۔ اس طرف بھی توجہ نہیں ہو سکی۔ حالانکہ قرآن کے پیغام سے مانوس اور اس سے قریب کرنے کے لیے ان کی زبان کے ساتھ ساتھ ان کے ذوق ومزاج کا لحاظ بھی اُس حد تک ضروری تھا۔ جس حد تک اس کا لحاظ کرنے میں کوئی شرعی قباحت مانع نہ تھی۔

اس سلسلے میں دو ترجمے ایسے ملتے ہیں جن میں ہندو مزاج اور ان کی تہذیب اور ان کے مذہبی جذبات کی رعایت پائی جاتی ہے گرچہ اس رعایت میں کہیں کہیں ہمیں غلو بھی دکھائی دیتا ہے۔ ان میں سے قرآن کا ایک ہندی ترجمہ تو وہ ہے جو اورنگ زیب کی بیٹی زیب النساء کے لیے اس کے اتالیق نے تیار کرایا تھا جس کا ذکر ہندی تراجم کے تعارف میں ہم کر آئے ہیں اور دوسرا ترجمہ جو صرف قرآن کی چند سورتوں اور چند اہم آیات کا ہے جو ایک صوفی بزرگ مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادیؒ کا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس ترجمے کا ذکر بھی ہم کر چکے ہیں ۔ ان دونوں ہی ترجموں میں ہندو تہذیب اور ان کے لسانی مزاج و ذوق کا پورا لحاظ پایا جاتا ہے ۔ مثال کے طور پر جو ترجمہ زیب النساء بنت اورنگ زیب کے لیے کیا گیا تھا اس میں فارسی و عربی کے الفاظ سرے سے استعمال نہیں کیے گئے ہیں ۔ ترجمے میں ہندی اور ہندو نفسیات کی رعایت بھی ملحوظ ہے ۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں ۔

اصل الفاظ	ترجمہ	اصل الفاظ	ترجمہ
اللہ	نارائن، بھگوان، پرمیشر، کرتار	دین	دھرم، چلن
آیت	پتہ، بانگی، ٹوک، ٹکڑی	جہنم	نرک
فرشتے	دیوتا	سجدہ کرو	سیس نواؤ
فسق	چھنالا	جبریل	دیوتا سیوک کرتار کا
رسول	بسیٹھ	ولی	میت
حکمت	سمجھ بوجھ، ویدانت	مغفرۃ	مُکت
روزہ	برت	حج	دیکھنا، درشن کرنا
سکینہ	سکھ چین	رضوانٌ مِنَ اللہ	آنند ہے کرتار بہت بڑے سے
عباد	سیوکوں	وجیہ	موہنی مورت
ربانی	مہنت	احبار	سِدھ
سلام علیکم	سکھمنی ہو تم پر	دارالسلام	بیکنٹھ بکھری
جلوہ گر ہوا	درس دیا	قیامت	پَرلوک
یُسریٰ	سہج اور سکھ ساتھ	شہداء	سچیار
مِنْ مَکَانٍ بَعِیْد	کالے کوسوں سے	شریک	سجھیار
کافر	اَدھرمی		

مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی کے ترجمے کی بھی یہی شان ہے ۔ چند مثالیں ۔

مفلحون	امنگ پاون ہار	اِلٰہ	پریتم
ولی	ہیت میت	اللہ	موہن من موہن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مَالِكُ المُلك	راج گوسائیں	رزق	بھوگ
کتاب	آکاشس باتی	نبی	اَوتار، بھٹیھ
اصحاب جنت	بیکنٹھ باسی	قرآن مبین	اُجلا وید
وَكُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا	اور بھولی بسری ہو جاتی	كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ	سارا سنسار مٹنہار ہے
يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ	سارا سنسار اُسی کے دوار	تسبیح	اُتم سُمرن
وَالْاَرْضِ	کا بھکاری ہے	فلاح یاب ہوگے	ترجاؤگے
آیات	چنھائیاں	سجدہ	للاٹ دَھرنا
يَوْمُ الدِّين	چکوتی کا دن		

ان کچھ مثالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اِن ترجموں میں ہندو مزاج و ذوق کا پورا خیال رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ ترجمہ بے جان اور سپاٹ نہ ہو۔ لیکن چونکہ ترجمہ کی زبان قدیم ہے اس لیے اس میں سدھار اور نکھار کی پوری گنجائش پائی جاتی ہے۔

ہندی ترجمے بالعموم منفرد اشخاص نے کیے ہیں۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ کچھ باصلاحیت اور تجربہ کار افراد پر مشتمل ایک سوسائٹی تشکیل دی جاتی اور سوسائٹی کے افراد باہم مل کر ایک ترجمہ تیار کرتے۔ اس صورت میں کامیابی کی زیادہ توقع تھی۔ بائبل کا جو بہترین ترجمہ ہمارے سامنے ہے اس کی کامیابی کا اصل راز یہی ہے کہ اس کے ترجمے کے لیے باصلاحیت افراد کا تعاون حاصل کیا گیا اور انھوں نے بائبل کے ترجمے کے لیے ایک منفرد قسم کی زبان (BIBLICAL LANGUAGE) متعین کی۔ انھوں نے جو سادہ، پاکیزہ اور دل پر اثر کرنے والی زبان تجویز کی پورے ترجمے میں اس کا لحاظ رکھا۔

بائبل کے ترجمے پر دوسرے قسم کے اعتراضات تو ممکن ہیں لیکن اس کے اسلوب اور زبان پر اعتراض مشکل ہے۔ بائبل کے ترجمے پر دوسرے اعتراضات کیے جا سکتے ہیں مثلاً عبرانی میں ایل کی اصل الوہیم موجود ہے۔ یہی عربی کے اللہ کی اصل ہے۔ تورات الوہیم سے شروع ہوتی ہے۔ تورات میں یہ لفظ کثرت سے مستعمل ہے۔ یہی ایل کی اصل ہے۔ پریشانی کی بات یہ ہے کہ ایل یا الہٰ کا لفظ اللہ کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی استعمال کرنے لگے۔ مثلاً

"خدا کی جماعت میں خدا موجود ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ الہوں کے درمیان عدالت کرتا ہے۔
تم کب تک بے انصافی سے عدالت کروگے۔
اور شریروں کی طرفداری کروگے۔" (زبور-۸۲)

اس میں خدا جس لفظ کا ترجمہ کیا گیا ہے وہ "الوہیم" ہے۔یہ واحد اور جمع دونوں ہی کے لیے استعمال ہو سکتا ہے۔یم جو عبرانی میں جمع کی علامت ہے۔تعظیم کے لیے بھی آسکتی ہے۔پس خدا کی جماعت دراصل الہوں کی جماعت ہے۔بعد کے فقرے کا پہلے فقرے کے مشابہ لانا عبرانی زبان کا ایک عام اسلوب ہے۔صحیح مفہوم یہ ہے کہ اللہ حکام کے درمیان مجمع میں موجود ہے اور وہ ججوں کے درمیان عدالت کرتا ہے۔پس کب تک بے انصافی سے عدالت کروگے اور شریروں کی طرفداری کروگے۔

قرآن میں بھی ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَلَاۤ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَاۤ اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ اَیْنَ مَا کَانُوْا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ (المجادلہ: ۷)

"کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔نہیں ہوتا تین کا مشورہ مگر چوتھا وہ ہوتا ہے اور نہ پانچ کا مگر چھٹا وہ ہوتا ہے اور نہ اس سے کم وبیش مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں بھی ہوں۔پھر ان کو خبر دے گا ان کے عمل کی قیامت کے دن۔بے شک اللہ ہر بات جانتا ہے۔"

ایک اور مقام دیکھیں: "پھر خداوند نے موسیٰؑ سے کہا دیکھو میں نے تجھے فرعون کے لیے خدا ٹھیرایا اور تیرا بھائی تیرا پیغمبر ہوگا۔" (خروج ۷:۱)

صحیح مطلب یہ ہے کہ تجھ کو امیر مقرر کیا اور ہارونؑ فرعون سے بات چیت کرنے کے لیے تیرا سفیر ہوگا۔ اسی طرح پیدائش باب ۳۲، آیت ۲۴، ۲۹ دیکھیں۔اس میں جہاں جہاں عفریت یا جبار وغیرہ الفاظ ہونے چاہئیں تھے وہاں الٰہ اور ایل لکھ دئے گئے ہیں۔جس کی وجہ سے یعقوبؑ خدا سے کشتی لڑتے اور اُس کے ساتھ زور آزمائی کرتے دکھائی دینے لگے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح انجیل کے ترجمہ میں بھی بعض ایسی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں کہ انجیل کی آیات کا مفہوم ہی بدل کر رہ گیا ہے۔ ڈاکٹر ٹوری کی تحقیق کی رو سے انجیل کا ترجمہ آرامی سے یونانی میں ہوا تھا۔ متعدد مقامات پر یونانی میں ترجمہ کرتے ہوئے غلطیاں ہوگئی ہیں جس کی وجہ سے اناجیل اربعہ کی بہت سی آیات سمجھ میں نہیں آتیں۔ یونانی سے جب دوسری زبانوں میں انجیل کے ترجمے ہوئے تو وہ غلطیاں ان ترجموں میں بھی منتقل ہوگئیں۔ ٹوری نے ان غلطیوں پر شرح وبسط کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ یہاں ہم مثال کے لیے صرف دو۲ غلطیوں کا ذکر کریں گے۔

انجیل لوقا میں ہے:

"اور مالک نے بے ایمان مختار کی تعریف کی اس لیے کہ اس نے ہوشیاری کی تھی۔
....اور میں تم سے کہتا ہوں کہ ناراستی کی دولت سے اپنے لیے دوست پیدا کرو تاکہ جب
وہ جاتی رہے تو یہ تم کو ہمیشہ کے مسکنوں میں جگہ دیں۔" (لوقا ۱۶: ۸-۹)

"ناراستی کی دولت سے اپنے لیے دوست پیدا کرو۔" یہ حضرت مسیحؑ کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔ پروفیسر ٹوری کے نزدیک آرامی زبان میں استفہامیہ نشان نہیں پایا جاتا تھا لیکن سیاق وسباق کے ذریعہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ فقرہ بیانیہ نہیں استفہامیہ ہے۔ لہجہ بتاتا تھا کہ کہنے کا منشا کیا ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہوگا:

"کیا مالک نے بے ایمان مختار کی تعریف کی اس لیے کہ اس نے ہوشیاری کی تھی؟
(ہرگز نہیں)....اور کیا میں تم سے کہتا ہوں کہ ناراستی کی دولت سے اپنے لیے دوست
پیدا کرو؟ (ہرگز نہیں)......"

یوحنا میں ہے:

"وہ نہ خون سے، نہ جسم کی خواہش سے، نہ انسان کے ارادہ سے بلکہ خدا سے پیدا
ہوئے۔" (یوحنا ۱: ۱۳)

یہاں بھی ترجمہ میں غلطی ہوئی ہے۔ حرف عطف "و" جس سے اگلا جملہ شروع ہوتا ہے اس آیت کے آخری لفظ فعل "ہوتا" کا حصہ سمجھ لیا گیا جس کی وجہ سے فعل واحد ہونے کے بجائے جمع ہوگیا یعنی "پیدا ہوا" کے بجائے "پیدا ہوئے" ہوگیا۔ آرامی اور عبرانی میں حرف واو حرف عطف ہونے کے علاوہ جمع کی علامت بھی ہے۔ صحیح ترجمہ ہوگا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"وہ نہ خون سے، نہ جسم کی خواہش سے، نہ انسان کے ارادہ سے بلکہ خدا سے پیدا ہوا۔"

جہاں تک بائبل کے ترجمے کی زبان کی بات ہے۔ اس کے موثر اور مناسب ہونے سے انکار کرنا مشکل ہے۔ بائبل کے انگریزی ترجمے ہوئے۔ یہ ترجمے لاطینی، یونانی، عبرانی اور انگریزی زبانوں کے بڑے ماہرین نے مل کر کیے ہیں، بائبل کے تراجم کی خصوصیت یہ ہے کہ آسان انگریزی یا اردو وہندی زبان استعمال کرنے کے باوجود ان میں یہ خیال رکھا گیا ہے کہ کلام ربّانی کی شان باقی رہے اور آج تک اس کی پابندی ہو رہی ہے۔ پروٹسٹنٹ تحریک نے بھی انجیل کا ترجمہ کرتے وقت اس نکتے کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ اسے ملحوظ رکھا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ جب کسی عام انگریزی عبارت میں کسی کیریکٹر کی زبان سے ایسے جملے ادا کرانا مقصود ہوتا ہے جس میں کلام ربانی کی شان پائی جائے تو اسے انجیل کے اندازِ بیان کے مشابہ رکھا جاتا ہے یعنی جملے ایسے لکھے جاتے ہیں جو سادہ انگریزی ہونے کے باوجود اپنے گرد تقدس کا ہالہ رکھتے ہیں۔ اور وہ انجیل کے فقروں، استعاروں، ضرب المثلوں اور اس کی ہدایات کے مشابہ ہوتے ہیں۔

کسی مقدس کتاب کے ترجمے کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ جس زبان میں بھی اس کا ترجمہ کرنا ہو اس زبان میں اُس لب ولہجہ کے مقدس الفاظ اور محاورات تلاش کیے جائیں جن میں کلام ربانی کی شان پائی جاتی ہو۔

قرآن کے ہندی ترجمے سے متعلق آیندہ کام کے سلسلے میں میرے نزدیک ضروری ہے کہ ترجمے کو زیادہ سے زیادہ صحیح بنانے کے ساتھ ساتھ اس کی زبان میں ایک خاص طرح کی مٹھاس تڑپ اور تقدس لانے کی کوشش کی جائے اور یہ کوشش ہو کہ ترجمہ میں ذہن سے زیادہ دل کی گھلاوٹ شامل ہو سکے اور اگر کوئی بورڈ یا سوسائٹی یہ خدمت انجام نہ دے سکے تو کم سے کم کسی کے کیے ہوئے ترجمے کے چھپنے سے پہلے اسے کئی اصحاب ذوق و معرفت اس کا مطالعہ کریں اور بے لاگ اپنی رائیں اور مشورے دیں۔ تاکہ ترجمہ زیادہ سے زیادہ مفید مطلب ہو سکے۔

ترجمے میں اس کا بھی خیال رکھا جائے کہ قرآن میں جہاں کہیں سابقہ کتب آسمانی کے حوالہ جات لیں تو اُن کے ترجمے میں بائبل کی عبارت ضرور سامنے رکھیں۔ قرآن نے بیانِ احکام اور تاریخی واقعات کے ذیل میں بھی جگہ جگہ ایسی تلمیحات رکھ دی ہیں کہ وہ اس وقت تک پورے طور پر واضح نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتیں جب تک کہ قدیم صحیفوں سے واقفیت نہ ہو۔

بائیبل کے اتھنٹک ہونے میں خواہ کسی کو شبہ ہی کیوں نہ ہو لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس کے اندر کلام الٰہی اور نبیوں کے کلام کا ایک معتد بہ حصہ موجود ہے جس کی پہچان مشکل نہیں۔ قرآن سے بھی ان کے پہچاننے میں مدد مل سکتی ہے۔

حواشی

سلہ بزرگ ابن شہریار، کتاب عجائب الہند، تہران، ۱۹۶۶ء، ص ۳-۴

سلہ عرصہ ہوا یہ نسخہ مجھے ایک ایسے شخص نے دکھایا تھا جو پرانی اور نادر چیزوں کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتا تھا۔

سلہ سید محمد علی، ارشاد رحمانی، مطبع فیض منبع شاہجہانی (بدون مقام و سن اشاعت) ص ۲۶

سلہ دھرم یگ، ۱۵ فروری ۱۹۷۰ء۔

معاونین مجلہ سے

۱۔ زر تعاون منی آرڈر یا ڈرافٹ کے ذریعہ بھیجیں۔ اگر چیک کی صورت میں رقم بھیجنا چاہیں تو اس میں بینک مصارف (۹ روپئے) کا اضافہ کر کے ارسال کریں۔

۲۔ مجلہ سادہ ڈاک سے روانہ کیا جاتا ہے۔ وی۔پی۔ کے ذریعہ منگانے کی صورت میں اخراجات خریدار کے ذمہ ہوں گے۔

۳۔ ادارتی امور سے متعلق خطوط مدیر کے نام اور انتظامی امور سے متعلق سکریٹری کے نام ارسال کیے جائیں۔

۴۔ چیک اور ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:

IDARA-E 'ULOOM-UL-QUR'AN
A C.No. 7886

© rasailojaraid.com